© rasailojaraid.com

تدوین حدیث

محاضرۂ چہارم

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

(۱۰)

مان لیجئے کہ دو سو حدیثیں سہی، خیال تو کیجئے کہ جس شخص کا مسلک یہ قرار دیا جاتا ہو کہ وہ دنیا سے حدیثوں کے قصے ہی کو ختم کر دینا چاہتا تھا، وہی کیا ڈیڑھ نہیں دو ڈھائی سو حدیثوں کا خود راوی بن سکتا ہے؟

اور تعداد کا یہ قصہ تو محدثین کی خاص اصطلاح کی بنیاد پر ہے، ورنہ شاہ ولی اللہ نے ازالۃ الخفا میں فن حدیث کے بعض نکات کا ذکر کرکے دعویٰ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت کرنے والوں میں حضرت عمرؓ کا شمار صحابہ کے اس طبقہ میں کرنا چاہئے جنہیں مکثرین کہتے ہیں، یعنی جن کی حدیثوں کی تعداد ہزار یا ہزار سے بالا ہو۔ شاہ صاحب کے الفاظ یہ ہیں۔

"پس ایں عزیزاں[1] از مکثرین باشند و شواہد ایں مقدمہ بسیار است لکن بسط مقال در آں باب فرصتے می طلبد" ص ۲۱۲ ج ۲ ازالہ

(یعنی ان بزرگوں کو چاہئے کہ طبقۂ مکثرین (ہزار یا ہزار سے بالا حدیثوں کی روایت کرنے والوں) میں ان کو شمار کیا جائے اس دعویٰ کی تائید میں بہت سی شہادتیں پیش ہو سکتی ہیں، مگر اس کی تفصیل کے لئے فرصت کی ضرورت ہے)

---

[1] شاہ صاحب نے اس سلسلہ میں چند اور صحابیوں کو بھی شمار کیا ہے "عزیزاں" کے لفظ سے سب ہی کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں حضرت عمرؓ بھی شریک ہیں ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ یہ ہے کہ جن روایتوں کو حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کر کے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ حدیثوں کی روایت کے قصے ہی کو ختم کر دینا چاہتے تھے قطع نظر ان کمزوریوں کے جو ان روایتوں کی سندوں میں پائی جاتی ہیں میں پوچھتا ہوں کہ ان سب کے مقابلہ میں صحاح کی ان حدیثوں کو کیسے نظر انداز کیا جا سکتا ہے جن کی اتنی بڑی تعداد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ سے کتابوں میں ملتی ہیں۔ اور یہ بحثیں تو اس وقت پیدا ہوتی ہیں جب خواہ مخواہ یہ مان لیا جائے کہ حضرت عمرؓ کی طرف یہ روایتیں جو منسوب کی گئی ہیں ان کا مقصد یہی ہے جو حدیث کے مخالفین ان سے سمجھنا یا سمجھانا چاہتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ معمولی تامل سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو روایتوں کے اکثار سے منع فرماتے تھے، یعنی چاہتے تھے کہ کماً و کیفاً حدیثوں کے بیان کرنے میں کثرت کی راہ لوگ نہ اختیار کریں، آپ دیکھ رہے ہیں کہ جن صحابیوں کو آپ نے روکا تھا، ان پر الزام حضرت کا یہی تھا کہ تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے بیان کرنے میں اکثار کی راہ اختیار کی آپ کے الفاظ انکم اکثرتم الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بہ کثرت حدیثوں کی روایت کو وہ روکنا چاہتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کے کس لفظ سے یہ سمجھ لیا گیا کہ سرے سے کلیتہً روایت حدیث کے رواج ہی کو وہ مسدود کرنا چاہتے تھے بلکہ اسی سلسلہ میں قرظہ بن کعب صحابی سے شعبی نے یہ قصہ نقل کیا ہے اور مخالفین حدیث اس کو بھی عموماً اپنے خیال کی تائید میں پیش کرنے کے عادی ہیں۔ یعنی شعبی کہتے تھے کہ حضرت قرظہ بن کعب نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ

خرجنا فشیعنا عمر الی صرار	ہم مدینہ سے نکلے، تو میری مشایعت میں
ثم دعا بماء فتوضاء ثم قال	حضرت عمر صرار نامی مقام تک آئے پھر آپ
اتدرون لم خرجت معکم	نے پانی طلب کیا اور وضو کیا، پھر فرمایا تم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قلنا اردت ان تشیعنا وتکرمنا
قال ان مع ذلک لحاجۃ
خرجت انکم تاتون بلدۃ
لاھلھا دوی بالقرآن
کدوی النحل فلا تصدوھم
بالاحادیث عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فتشغلوھم
جودوا القرآن واقلوا الروایۃ
عن رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم امضوا وانا
شریککم جامع ص ۱۲۰ / ۲ج وتذکرۃ الحفاظ

لوگوں نے سمجھا یہی کہ تمہارے ساتھ میں بھی (مدینہ سے نکل کر یہاں تک) کیوں آیا ہوں نے عرض کیا ہم لوگوں کی مشایعت کے لئے آپ تشریف لائے اور ہماری عزت افزائی فرمائی حضرت عمرؓ نے تب کہا کہ اس کے سوا ایک اور ضرورت بھی تھی جس کے لئے میں مدینہ سے نکل کر تمہارے ساتھ یہاں تک آیا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تم ایک ایسے شہر میں پہنچو گے جس کے باشندوں میں قرآن کی تلاوت اس طرح گونجتی ہے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سے گونج پیدا ہوتی ہے، تو دیکھنا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو بیان کر کر کے تم لوگ ان لوگوں کو قرآن کی مشغولیت سے، روک نہ دینا قرآن کو استوار کرتے چلے جائیو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حدیثوں کے بیان کرنے میں کمی کیجیو۔

اب جاؤ، اور میں تمہارا ساتھی ہوں،

آپ دیکھ رہے ہیں کہ ان تین صحابیوں والی روایت میں حضرت عمرؓ نے حدیثوں کے اکثار کی جہاں شکایت کی وہیں قرظہ کی اس روایت میں اپنے منشا کو ظاہر کرتے ہوئے قطعی طور پر حدیثوں کی روایت سے لوگوں کو منع نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ

© rasailojaraid.com

[illegible] اقلوا الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حدیثوں کے بیان کرنے میں کمی کیجیو،

ممانعت تو خیر دور کی بات ہے، میں تو حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کو روایت حدیث کا حکم سمجھتا ہوں، البتہ یہ حکم ایک شرط کے ساتھ مشروط ہے، یعنی کثرت کی راہ نہ اختیار کی جائے۔ ورنہ اقلال اور کمی کی شرط کی تکمیل کرتے ہوئے اپنے مذکورہ بالا الفاظ کے ساتھ حضرت عمرؓ حدیثوں کی روایت کا یقیناً حکم دے رہے ہیں، حافظ ابن عبدالبر نے بھی ان روایتوں کا تذکرہ کرکے یہی لکھا ہے کہ

هذا يدل على نهيه عن الاكثار وامره بالاقلال من الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم ص۱۲۲

حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا الفاظ یہ بتلاتے ہیں کہ روایت حدیث میں کثرت اور زیادتی کو وہ روکنا چاہتے تھے اور اس کا حکم دے رہے ہیں کہ روایت حدیث میں کمی کی راہ اختیار کی جائے۔

پھر آگے چل کر وہی لکھتے ہیں اور بالکل سچ لکھتے ہیں کہ

ولو كره الرواية وذمها لنهى عن الاقلال والاكثار

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت مطلقاً ان کے نزدیک ناپسند ہوتی اور اس فعل کو وہ کلیۃً برا خیال کرتے تو چاہیے تھا کہ روایتوں کے بیان کرنے میں کثرت و زیادتی اور قلت و کمی دونوں ہی سے لوگوں کو روک دیتے

باقی اکثار سے کیوں منع کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کے منسوب کرنے میں منسوب کرنے والوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں

© rasailojaraid.com

ان حدود قیود سے عہدہ برآ ہونے کی توقع احتیاط کے اسی طریقے سے ممکن ہے حافظ ابن عبدالبر نے بھی اسی توجیہ کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کثرت روایت سے ممانعت اور قلت روایت کا حکم حضرت عمرؓ نے اسی لئے دیا تھا کہ کثرت کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کے منسوب ہو جانے کا زیادہ اندیشہ تھا۔ نیز اس کا بھی خوف تھا کہ جو حدیثیں لوگوں کو اچھی طرح محفوظ نہ ہوں اور پورا عبور اپنی یاد پر نہ ہو اس قسم کی حدیثوں کے بیان کرنے پر لوگ جری ہو جائیں گے۔

آخر میں اپنے اس بیان کو حافظ نے ان الفاظ پر ختم کیا ہے۔

ان ضبط من قلت روایتہ اکثر من ضبط المستکثر وھو ابعد من السھو والغلط الذی لا یؤمن مع الاکثار صفحہ ۱۲۲ جامع ج ۲	روائت میں کمی اور قلت کی راہ اختیار کرنے والوں کے لئے ضبط و احتیاط کی توقع روایتوں میں کثرت کی راہ اختیار کرنے والوں سے بھی زیادہ ہے، نیز بھول چوک اور غلطی سے وہ محفوظ نہیں رہ سکتا جو روائت میں کثرت کی راہ اختیار کرے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ قطعاً نہ تھا کہ کلیۃً لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت کرنے سے روک دیا جائے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ ان ہی حدیثوں کی حد تک لوگ اپنے بیان کو محدود رکھیں جن کے متعلق پورا اطمینان ہو کہ جو کچھ انھوں نے دیکھا یا سنا ہے وہی وہ بیان کر رہے ہیں۔ ایک خاص حدیث جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو بیان کرتے ہوئے لوگوں سے کہا تھا کہ

من عقلہا ووعاہا وحفظہا فلیحدث بہا حیث تنتہی	جس نے اس حدیث کو اچھی طرح حافظہ میں جمالیا، اور اس کو سمجھ لیا اور یاد کر لیا چاہئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھا احلته ومن خشی ان لا یعیہا فانی لا احل له ان یکذب علی ص۱۲۲

کہ وہی اس کو ان مقامات تک بیان کرتا جائے جہاں تک پہنچ کر اس کا اونٹ رک جائے مگر جسے اندیشہ ہے کہ حدیث کو دل میں پورے طور پر جما نہیں سکا ہے میں اس کے لئے کبھی اس کو جائز نہ قرار دوں گا کہ میری طرف جھوٹ کو وہ منسوب کرے۔

حافظ نے حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کو جو صحاح ستہ بلکہ بخاری و مسلم میں بھی موجود ہیں، پیش کرتے ہوئے پوچھا ہے کہ اگر حضرت عمر کا وہی مسلک ہوتا، جسے مخالفین حدیث ان کی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں تو لوگوں کو اس حدیث کے بیان کرنے کا حکم کیوں دیتے بلکہ ان کے آخری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اپنی یاد پر پورا اطمینان اور بھروسہ نہ ہو صرف ان ہی کو روکنا یہی حضرت عمرؓ کا اصل مقصود ہے، حافظ کے اپنے الفاظ یہ ہیں کہ

یخرج معناها علی ان من شك فی شئ ترکه ومن حفظ شیئا واتقنه جاز له ان یحدث بہ وان الاکثار یحمل الانسان علی التقحم فی ان یحدث بکل ما سمع من جید ورد ی وغث وسمین ص۱۲۳

حضرت عمرؓ کے ان الفاظ سے بھی سمجھ میں آتا ہے کہ حدیث کے متعلق کسی قسم کا شک اگر رکھتا ہے تو چاہئے کہ اس حدیث کی روایت ترک کردے اور جس نے حدیث کو یاد رکھا ہے اور اچھی طرح سے اس کو محفوظ کرلیا ہے اس کے لئے جائز ہے کہ لوگوں سے اسے بیان کرے، بہرحال اکثار یعنی روایت میں کثرت وزیادتی کے جس طریقہ کا حضرت عمرؓ انسداد کرنا چاہتے تھے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ بھلی بری درست
ونادرست جو بات بھی ان کے کان تک پہنچی اسے
بیان کرنے لگتے ہیں، وہی اس حکم کے مصداق
ہیں اور ان ہی سے اس حکم کا
تعلق ہے

آخر دینی زندگی کی جو سہری تعمیر خبر آحاد کی ان حدیثوں پر جب موقوف نہیں ہے، اسی لئے ہر مسلمان تک ان کا پہنچانا یوں ہی غیر ضروری ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تبلیغ میں عمومیت کی راہ اسی لئے اختیار نہیں فرمائی ایسی صورت میں کھلی ہوئی بات ہے کہ جو کچھ بیان کر رہا ہے بیان کرنے والے کو جب اس پر پورا اطمینان بھی نہ ہو تو خواہ مخواہ ان کے بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہتی ہے، بلکہ مسلمانوں پر جو ذمہ داریاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت کرنے میں عائد کی گئی ہیں، ان کا اقتضار یہی ہے کہ ایسی روایت سے آدمی دامن کش ہو کر گذر جائے مشہور حدیث نبوی جس میں فرمایا گیا ہے کہ

کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع — کسی شخص کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے بیان کرتا چلا جائے۔

اس میں جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے بھی لکھا ہے، احتیاط کے اسی طرز عمل کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

یہی نقطۂ نظر تھا جس کا ذکر بعض صحابہ اس وقت کرتے تھے، جب لوگ ان سے کہتے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں کیوں نہیں بیان کرتے، بخاری میں حضرت عبد اللہ بن زبیر کے حوالہ سے یہ مکالمہ نقل کیا گیا ہے، یعنی عبد اللہ بن زبیر کہتے تھے کہ میں نے اپنے والد زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ کو میں دیکھتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں نہیں بیان کرتے، جواب میں حضرت زبیر نے فرمایا کہ

اما انی لم افارقہ منذ اسلمت ولکنی سمعتہ یقول من کذب علی متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار

واقعہ یہ ہے کہ اسلام لانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں کبھی جُدا نہ ہوا لیکن میں نے ان ہی سے سنا ہے کہ قصداً مجھ پر جو جھوٹ باندھتا ہے چاہیئے کہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنا لے۔

حالاں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیثوں کی کافی تعداد مروی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو جو کبھی حضرت سے کمی روایت کی شکایت تھی، ان ہی شکایتوں کو سن کر آپ فرماتے

انی لیمنعنی ان احدث حدیثاً کثیراً ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من تعمد علی الخ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو میں کثرت سے جو بیان نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ من تعمد والی روایت مجھ کو اس سے روکتی ہے۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ روایت کی کثرت میں حضرت انسؓ کو اس کا اندیشہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے بعض صحابی جب زیادہ عمر اور بوڑھے ہو گئے تھے لوگ ان سے عرض کرتے کہ رسول اللہ کی کچھ حدیثیں بیان کیجیے تو فرماتے

کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشدید (ابن ماجہ)

ہم اب مسن ہو گئے، بھول گئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے حدیث کا بیان کرنا بڑا سخت معاملہ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرظہ بن کعب جن کو کوفہ رخصت کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے اقلال روایت کی وصیت کی تھی ان کے متعلق بھی لکھا ہے کہ جب وہ کوفہ پہنچے، اور لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں کچھ بیان کیجئے تو انھوں نے صاف لفظوں میں انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ

نہانا عمر بن الخطاب ص ۱۲۱ ج ۲ جامع — ہمیں عمر بن الخطاب نے اس سے منع کیا ہے

بعض روایتوں میں ہے کہ قرظہ نے کہا کہ عمرؓ کی اس وصیت کے بعد

ماحدثت بعدہ حدیثا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۲۱ ج ۲ جامع — حضرت عمرؓ کی ممانعت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے میں نے کوئی حدیث نہیں بیان کی

حدیثوں کے باب میں احتیاط ہی کی روش تھی جس کی پابندی بعد کو لوگ کرتے رہے، امام مالک کے متعلق ان کے شاگرد رشید امام شافعی تو کلیہ ہی بیان کرتے تھے کہ

کان مالک اذا شك فی الحدیث ترکه کله الدیباج المذہب ص ۲۶ — امام مالک کو جب کسی حدیث میں شک پیدا ہو جاتا تو اس کو کلیتہ ترک کر دیتے (یعنی اس حدیث کو بیان ہی نہیں کرتے تھے)،

لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت امام مالک کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کے کمرے سے سات صندوق نکالے، جن میں صرف ابن شہاب زہری کی حدیثوں کے مسودات بھرے ہوئے تھے، مسودوں کی حالت یہ تھی کہ

ظہورها وبطونها ملاٰی — یعنی ہر ورق کے دونوں صفحات بھرے ہوئے تھے

ان کو باہر نکال کر لائے اور امام مالک کے شاگردوں کے حوالہ کیا۔ لوگوں نے پڑھنا شروع کیا۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان کو معلوم ہوا کہ ان مسودوں میں جو کچھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھا ہوا ہے، امام مالک نے ایک چیز بھی کسی کے سامنے ان سے بیان نہ کی تھی۔ ان ہی کے حالات میں یہ بھی لکھا ہے کہ

لما ماتَ مالكٌ أُصيبَ في بيته صناديقُ عن ابنِ عمر رضي الله تعالى عنهما ليس في الموطاء منه شيئٌ الا حديثين ص

جب امام مالک کی وفات ہوئی تو گھر میں چند صندوق پائے گئے جن میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایتیں تھیں ایسی روایتیں جن میں سے ان کی کتاب موطا میں صرف دو حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

امام مالک کی کتاب موطا کے متعلق لوگوں نے لکھا ہے کہ شروع میں دس ہزار حدیثوں پر یہ کتاب مشتمل تھی، لیکن ہر سال امام مالک اس پر نظر ثانی کرتے اور جس روایت میں معمولی شک بھی ہوتا، اس کو کتاب سے ساقط کر دیتے۔ اس طریقہ سے بڑا حصہ روائتوں کا موطا سے خارج ہوگیا، ص۲۵ دیباج۔ امام مالک خود بیان کرتے تھے کہ ابن شہاب زہری سے میں نے جتنی حدیثیں سنی ہیں ان میں ایک بڑا حصہ ایسا ہے جس کا میں نے کسی سے ذکر نہیں کیا۔

الخطیب نے امام بخاری کے حالات میں بھی لکھا ہے کہ

ترکت عشرة آلاف حديث لرجل فيه نظر وترکت مثلها او اكثر لغيره فيه نظر ص۲۵ ج۲ تاريخ بغداد

کسی شخص (راوی) کی روایت کردہ دس ہزار حدیثوں کو میں نے اس لئے چھوڑ دیا کہ اس شخص میں کوئی بات محل غور و فکر نظر آتی تھی اور اسی قدر یا اس سے زیادہ مقدار والی حدیثوں کو میں نے اسی لئے ترک کر دیا کہ ان کے بیان کرنے والے میں بھی کوئی بات قابل غور نظر آئی۔

احتیاط کرنے والے اس سلسلہ میں کن حدود تک پہونچ گئے تھے اس کا اندازہ ایس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واقعہ سے بھی ہو سکتا ہے جس کا ذکر ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں کیا ہے، تیسری صدی ہجری کے ایک محدث ابن رستم ہیں جن کا نام احمد بن مہدی بن رستم تھا، ان کے حالات میں لکھا ہے کہ

افتقد من کتبہ کتاب قبیصہ ثم وجد علیہ فترک قراءتہ

قبیصہ (تابعی) کی روایت کردہ حدیثوں کا مکتوبہ مجموعہ گم ہو گیا، بعد کو گم ہونے کے بعد وہی نسخہ ابن رستم کو مل گیا، (مگر اس لئے کہ درمیان یہ نسخہ غائب ہو گیا تھا) اس کی مندرجہ روایتوں کا پڑھنا چھوڑ دیا۔

یعنی ان کو شبہ ہوا کہ جس زمانہ میں کتاب غائب رہی، ممکن ہے اس میں کسی نے کچھ کمی و بیشی کر دی ہو، صرف اس شک کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس حصہ کا پڑھنا ہی انھوں نے ترک کر دیا اس میں شک نہیں کہ حدیثوں کی روایت میں احتیاط کی ان نزاکتوں کا احساس خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کرایا ہوا تھا، عرض کر چکا ہوں کہ من کذب علی متعمداً والی روایت قریب قریب تواتر کے درجہ میں جو پہونچ گئی ہے اس کی وجہ یہی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً صحابہ میں روایت حدیث کی ذمہ داریوں کو مختلف طریقوں سے راسخ کرانا چاہتے تھے، صحاح کی کتابوں میں تو مجھے یہ روایت نہیں ملی لیکن امام ابو جعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں اپنی متصل سند کے ساتھ اس کو درج کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کسی مجلس میں ایک صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے ایک حدیث بیان کی، مجلس میں حضرت مالک بن عبادہ صحابی بھی شریک تھے، آپ نے فرمایا کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عہد الینا فی حجۃ الوداع فقال علیکم بالقرآن وانکم سترجعون

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع) (آخری حج) میں ہم لوگوں کو اس عہد کا پابند بنا فرمایا کہ چاہتے کہ قرآن کو پکڑے رہو، قریب

© rasailojaraid.com

الی قوم یشتہون الحدیث
عنی فمن عقل شیئا فلیحدث
به ومن افتری علی فلیتبوء
بیتا او مقعدا فی جھنم [مشکل الآثار]

ہے کہ تم ایسے لوگوں کے پاس وا پس جاؤ گے
جو چاہیں گے کہ میری حدیثیں ان سے بیان کرو
پس اس سلسلہ میں جس کسی نے کسی بات کو
سمجھ لیا ہے اور یاد کر لیا ہے اسے چاہئے کہ
اس حدیث کو بیان کر دے (اور یاد رکھو) کہ
قصداً میری طرف جو جھوٹ کو منسوب کرے گا
اسے اپنا ٹھکانہ یا (فرمایا) کہ اپنا گھر چاہئے کہ
جہنم میں بنا لے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وداعی وصیت کے ان الفاظ میں اور حدیثوں کی روایت کرنے میں حضرت عمرؓ لوگوں پر جن الفاظ کے ساتھ تاکید فرماتے تھے۔ کچھ فرق ہے اور یہی میں کہنا چاہتا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی مبارک وصیت کی تجدید حضرت ابوبکرؓ بھی اور حضرت عمرؓ بھی اپنے اپنے عہد خلافت میں فرماتے رہے، صحابہ کو بھی روایت حدیث کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی اور صحابہ کے بعد مسلمانوں کی جو جماعت حضرت عمرؓ کے سامنے آئی جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے استفادے کا موقع تو کیا ملتا، ان میں بڑی تعداد ایسوں کی تھی جنہوں نے پیغمبر کو دیکھا بھی نہ تھا مگر حضرت عمرؓ کی دار و گیر کی غیر معمولی سختیوں ہی کا نتیجہ تھا کہ جب بڑے بڑے صحابہ میں کامل اطمینان کے بغیر حدیثوں کی روایت کرنے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی تو دوسروں کے لئے جسارت کا موقعہ ہی کیا تھا یہی وجہ تھی جو امیر معاویہ اپنی حکومت کے زمانہ میں لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ

(باقی آئندہ)

© rasailojaraid.com